© rasailojaraid.com

سفرِ آخرت پر جانے والے علماء کرام!!

ادارہ

مسافرانِ آخرت کے قافلے یکے بعد دیگرے کوچ کر کے جا رہے ہیں، ابھی ایک کا غم ہلکا نہیں ہوتا کہ دوسرے غم کے اسباب مہیا ہو جاتے ہیں، ایک کا زخم مندمل نہیں ہوا ہوتا کہ دوسرا زخم لگ جاتا ہے۔ حال ہی میں پاکستان اور بالخصوص علماء دیوبند سے وابستہ تین علماء کا سانحۂ ارتحال رونما ہوا۔

حضرت مولانا منظور احمد الحسینی صاحب: ختم نبوت کے اس عظیم مجاہد نے آقائے نامدار تاجدار مدینہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختمِ نبوت کی پاسبانی کے فرائض اپنی ساری زندگی انجام دیئے۔ مولانا مناظر ختم نبوت، عالمی مجلس تحفظ نبوت یورپ کے امیر تھے۔ مدینہ منورہ میں ۱۳ جنوری ۲۰۰۵ء کو انتقال ہوا۔ بارگاہِ رسالت میں مقبولیت کی یہ شان کہ اپنے آقائے نامدار کے قدموں میں جا کر خاک نشین ہوئے۔ (موصوف کے حالات پر مشتمل مضمون شمارہ ہذا کے صفحہ ۲۷ پر ملاحظہ فرمائیں)۔

حضرت مولانا بشیر احمد صاحب: ایک ممتاز عالم دین ہونے کے ساتھ عرصۂ دراز سے جمعیت علماء اسلام کے پلیٹ فارم سے دینی خدمات میں مصروفِ عمل تھے۔ رواں ماہ کے دوران وہ بھی اس دنیائے فانی سے کوچ کر گئے۔

حضرت مولانا عبدالمجید سکھروی صاحب: شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، مولانا اعزاز علی، مولانا سید اصغر حسین، مولانا قاری محمد طیب، مولانا محمد ادریس کاندھلوی اور مولانا عبدالخالق رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے اکابر علماء دیوبند اور اساطین علم سے شرف تلمذ حاصل کرنے والے مولانا عبدالمجید سکھروی صاحب بھی گزشتہ ۲۸ دسمبر ۲۰۰۴ء کو جان، جان آفرین کو سپرد کی، وہ ایک بلند پایہ عالم دین اور اخلاص وعمل کے پیکر تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد سکھر کو اپنا مستقل مسکن بنایا اور یہیں سے اپنی تعلیمی، تبلیغی خدمات وزندگی کا آغاز کیا اور تادم حیات وہ اہل سکھر کو اپنے علم کی روشنی سے نوازتے رہے۔ کمال اخلاص یہ ہے کہ انھوں نے دینی مشاغل کو اپنے ذریعۂ معاش نہیں بنایا بلکہ سلف صالحین کے طریقے پر اپنے معاش کے لیے تجارت کی راہ اپنائی اور دینی خدمات فی سبیل اللہ انجام دیتے رہے۔ سکھر کے مدارس وجامعات اور خاص کر تحفظ ختم نبوت کے لیے ان کی گرانقدر خدمات ان کی زندگی کا زرین ترین باب ہیں۔

زہد وتقوی، عجز وانکساری، حسن خلق آپ کا طرۂ امتیاز تھا، دوستوں کے دوست، ہر بزرگ وخورد کو احترام دیتے تھے۔ وہ قافلہ علم کے حق آگاہ رکن رکین اور حضرت صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے رفیق وہم سبق تھے۔

ادارۂ ماہنامہ ''وفاق المدارس'' کا جملہ عملہ ان مسافران آخرت کی جدائی پر کبیدہ خاطر اور افسردہ دل ہے، ان کی رحلت پر حزن وملال کا اظہار کرتا ہے اور پسماندگان کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ سے صبر جمیل اور اجر جزیل کا طلب گار ہے۔

☆☆☆

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

پہلی قسط

پاکستان کے لیے مثالی نظام تعلیم کی تشکیل
تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں

پروفیسر ڈاکٹر صلاح الدین ثانی

الحمدللّٰہ الذی علم بالقلم، علم الانسان مالم یعلم وصلی اللّٰہ علی النبی المعلم

علم انسانیت کی معراج، معرفت حق کا زینہ، روحانی اور مادی ترقی کا سرچشمہ، دینی و دنیوی کمال کو اوجِ ثریا تک پہنچانے کا موثر ذریعہ، دنیا و عقبیٰ کی ظفریابی و کامرانی کا موجب، تہذیب وثقافت کی روحِ رواں، انسانی دل و دماغ کی تعمیر اور ذہنی قوتوں کی نشو ونما کا واحد ذریعہ ہے۔ انسان کی تشکیل وتعمیر، انسانی افکار ونظریات، روحانی اور ثقافتی قدروں کا تحفظ اور ترقی علم کی رہین احسان ہے۔ تعلیم وتعلم کی اہمیت وضرورت تخلیق وتعلیم آدم علیہ السلام سے آشکارا ہے، جن کی پیدائش کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں علم کی لازوال نعمت سے سرفراز فرمادیا۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے: وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا۔ (۱) اور آدم علیہ السلام کو ہر چیز کے نام سکھادیئے۔ پھر جب زمین انسانی حلقوں سے معمور ہوگئی، تو بتدریج ایک لاکھ چوبیس ہزار معلمین کے ذریعہ تعلیم وتربیت کا قابل قدر انتظام کردیا گیا۔ جنھوں نے اپنے کام کے نقطۂ آغاز سے لے کر نقطۂ انتہا وتکمیل تک علم ودانش کی ترویج وترقی پر اپنی تمام تر صلاحیتوں کو صرف کیا۔ اسی جماعت کے آخری فردِ فرید محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد بعثت کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا گیا: وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ (۲) یعنی علم وحکمت کی تعلیم اور فروغ کے لئے ہی آپ کو بھیجا گیا ہے۔ پاکستانی قوم کا ایک نصب العین اور مخصوص نقطہ نظر ہے، جس کی بنیاد دو قومی نظریہ ہے، جس کو پیش نظر رکھ کر نئی نسل کی تعلیم وتربیت کے لئے لائحہ عمل مرتب ہونا چاہئے۔ تعلیم میں اسی مقصد کے حصول کے لئے جو کوششیں کی جاتی ہیں وہی قوم کا فلسفہ کہلاتا ہے۔ اور جب تک ہم اپنے تعلیمی نظام کو اپنے فلسفہ تعلیم کے سانچے میں نہیں ڈھالیں گے تب تک ہمارا نظامِ تعلیم اور ہماری تعلیمی سرگرمیاں مفید اور مؤثر ثابت نہیں ہوسکتیں۔

پاکستان کی آزادی کے بعد بڑی حد تک ہم نے اپنے فلسفہ تعلیم سے پہلو تہی کی ہے اور اپنے سابقہ حاکموں کے فلسفۂ تعلیم ہی کو اپنی تعلیم کی اساس اور بنیاد بنائے رکھا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم اپنے نوجوانوں میں وہ دینی وملّی جذبات پیدا کرنے میں ناکام رہے جو ہونے چاہیئے تھے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہم اپنے نظامِ تعلیم کی تشکیل سیرت طیبہ ﷺ کی روشنی میں کریں اور ہم اپنی مخصوص ضروریات اور مخصوص نظریات کو پیش نظر رکھیں۔ حسب نبی ہی ہماری متاع ہے اتباع رسول ہی

© rasailojaraid.com